تعلو الوجه وتصير سوادا فيه يرى كل أحد)(الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي)

''گناہ کے نقصانات میں سے ایک وہ تاریکی ہے جسے انسان حقیقی طور پر اپنے دل میں انتہائی تاریک رات کی ظلمت کی طرح محسوس کرتا ہے۔ پھر معصیت کی اس ظلمت وتاریکی کو انسان اپنی آنکھ میں محسوس کرتا ہے چونکہ اطاعت روشنی اور نور ہے جبکہ معصیت تاریکی۔ پھر یہ تاریکی بڑھتی ہے یہاں تک کہ وہ انسان کو حیرت وپریشانی، بدعت وگمراہی اور مہلک امور میں ڈالتی ہے جبکہ انسان کو معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ اس نابینا شخص کی طرح ہوتا ہے جو رات کو اکیلا چلتا ہے۔ پھر یہ ظلمتِ معصیت بڑھ کر انسان کے چہرے پر نمایاں سیاہ داغ بن جاتی ہے، ہر کوئی اسے دیکھ سکتا ہے۔ اسی لیے ہم دنیا میں اکثر فساق اور گناہ گار لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کے چہروں پر ایمان کی علامت نہیں رہتی اور وہ بے نور اور بے رونق نظر آتے ہیں۔''

اللہ نے ارشاد فرمایا﴿الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمات الی النور والذین كفروا اولیاء هم الطاغوت یخرجونهم من النور الی الظلمات اولئک اصحب النار هم فیها خلدون ﴾ (البقرة:٢٥٧)

''اللہ ان لوگوں کا کارساز اور مددگار ہے جنہوں نے ایمان لایا اور اللہ انکو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے رفیق شیطان ہیں اور وہ انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں یہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یہی وہ حقیقت ہے جسے امام مالک رحمة الله عليه نے امام شافعی رحمة الله عليه کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا(انی أری الله قد القی علی قلبک نورا فلا تطفئه بظلمة المعصية) ''شافعی میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالی نے تمہارے دل میں روشنی ڈال دی ہے تم گناہ کی تاریکی سے اسے بجھا نہ دینا۔''(خطبات جمعه:٢ ١٧)

گناہوں کے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ پاک انسان کو اپنے اعمال بد اور گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم رکھتا ہے، اس کے رزق میں تنگی ہو جاتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا(ان الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه) ''آدمی گناہ کی وجہ سے روزی سے محروم کیا جاتا ہے۔''(مسند احمد: ٥/٢٧٧)

معلوم ہوا کہ اللہ کی نافرمانی ایک ایسی بری بلا ہے جس سے انسان کی دنیاوی واخروی زندگی تباہ وبرباد ہو جاتی ہے، اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری ہی باعث نجات وطمانینت ہے۔ اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو اطاعت الٰہی کی توفیق بخشے اور نافرمانی کرنے سے بچائے۔ آمین!

اصلاح عقیدہ، قسط:10

بدعت کی شرعی حیثیت

محمد حسن آصم صدیقیؒ

حضرت ابو ثعلبة الخشنیؓ کی روایت بھی اسی توقف کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا(ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا) (سنن الدارقطنی) ''بے شک اللہ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں، انہیں ضائع نہ کرو اور کچھ حرمتوں کی حرمت بیان فرمائی ہے، انہیں پامال نہ کرو اور کچھ حدود متعین فرمائے ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو اور بھول چوک کے بغیر کچھ چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے، ان سے متعلق کرید نہ کرو۔''

امام علاؤالدین بن محمد الحصکفیؒ لکھتے ہیں :(علی ماھو المنصور من أن الأصل فی الأشیاء التوقف)(در مختار)

طوامع الأنوار حاشیه در مختار میں ہے:''علی ماھو المنصور (ای: المؤیدبالأدلة القویة) من أن الأصل فی الأشیاء التوقف(فلایعرف اباحة المباح الا بقوله وفعله علیه الصلاة والسلام)'' یعنی جس مسلک کی تائید قوی دلائل سے ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عام اشیاء میں اصل حکم توقف ہے، سو مباح کی اباحت بھی جناب نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے قول وفعل کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔

تعلیقات شرح المنار میں ہے:قال اصحابنا الأصل فیھا التوقف....الخ ھذا أصح شئ عندی فی ھذا الباب لأن التوقف أصل التقوی فی الأمر المسکوت عنه وھو مذھب ابی بکر وعمر وعثمان وأشباھھم من الصحابة والصحیح ان الأصل فی الأفعال التحریم وھو مذھب علی وائمة اھل البیت ومذھب الکوفیین منھم ابو حنیفة(الجنة: ١٦٥)

لیجیے اس عبارت نے یہ آشکارا کر دیا کہ حضرات خلفائے راشدینؓ میں سے تین اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ کا بھی مسلک یہ ہے کہ اشیاء میں اصل توقف ہے اور حضرت علی اور اہل کوفہ کا جن میں خاص طور پر امام ابو حنیفہ بھی شامل ہیں، یہ مسلک ہے کہ افعال میں اصل حرمت ہے۔

درمختار میں صاف لکھا ہے:الصحیح من مذھب أھل السنة أن الأصل فی الأشیاء التوقف والاباحة رأی المعتزلة.

مفتی صاحب تو منکرین بدعت سے اس قاعدے کے معنی دریافت کر رہے تھے مگر اب انہیں سوچنا پڑے گا کہ اباحت کس

کا مسلک ہے؟! اور اس کے اختلافی ہونے میں کوئی کورمغز ہی شک کرے گا۔ جب اصل ہی متفق علیہ نہیں تو اس پر قیاس کی دیوار کھڑی کرنا اور اس کے اوپر بدعات کی عمارت استوار کرنا کیسے درست ہوگا!!

الحاصل: اشیاء میں اباحت اصلیہ فقہاء کرام کا متفقہ قول نہیں، بلکہ بقول صاحب درمختار یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور اہل سنت میں سے بہت سے علماء کا قول توقف اور بعض کا نظریہ حرمت ہے اور وہ بھی عبادات سے متعلق نہیں، معاملات سے متعلق ہے☆۔

☆ درمختار کی عبارت میں ''الاشیاء'' سے عبادت وریاضت سے متعلقہ امور مراد لیے جائیں تو ''الاباحة رأی المعتزلة'' درست ہوگا، جو کہ موضوع زیر بحث سے مطابقت بھی رکھتی ہے۔ اور اگر اس سے مراد 'عام برتنے کی چیزیں اور معاملات'' ہوں تو یہ نظریہ قابل قبول نہیں۔

حیات انسانی سے متعلق امور کی دو بڑی قسمیں ہیں:

۱۔ دنیاوی معاملات اور جسمانی ضروریات۔ ۲۔ اخروی معاملات اور روحانیت کے تقاضے۔

قسم اول میں براءت اصلیہ اباحت ہے۔ اس کے تحت ہر مفید چیز کا استعمال جائز اور حلال ہے، جب تک شریعت میں حرمت ثابت نہ ہو۔

قسم ثانی میں اصل حکم حرمت ہے، جب تک شریعت سے اسکا ثبوت نہ ملے۔ کیونکہ اللہ پاک معبود برحق جو بھی عبادت پسند فرماتے ہیں، وہ اس نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے ذریعے اہل دنیا کو بتلا دیے ہیں۔ اس کے علاوہ اختیار کی جانے والی ہر عبادت باطل ہے، بدعت ہے اور حرام ہے۔ اگر یہ کسی مخلوق کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کی جائے تو بدعت کے ساتھ شرک وکفر بھی ہے۔

علمائے اصول نے اسی براءت اصلیہ یا استصحاب سے کئی قواعد اخذ کیے ہیں:

{1} الاصل فی الاشیاء الاباحة : لوگوں کے مابین ہر قسم کا لین دین اور معاملات کرنا اور مفید غذاؤں، مشروبات، جانور، پودے اور بے جان چیزوں (ٹھوس، مائع اور گیس) کا استعمال جائز اور مباح ہے، جب حرمت کی دلیل نہ ہو۔ **وهذا قول فريق من الفقهاء.**

یہ اصول بہت سارے دلائل سے مأخوذ ہے مثلاً:

(۱) ﴿**هو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعا**﴾ (البقرة/۲۹ ـ نيل المرام من تفسير آيات الاحكام ص/۱۷)

(۲) ﴿**وسخر لكم ما فى السموٰت وما فى الارض جميعا منه**﴾ (الجاثية/۱۳ ـ الوجيز فى اصول الفقه ص/۲۶۸)

(۳) **قال ابن عباس ﷺ: ''كان أهل الجاهلية ياكلون اشياء ويتركون اشياء تقذراً فبعث الله نبيه وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو'' وقرأ هذه الآية :﴿قل لا أجد فيما أوحى الى محرما على طاعم يطعمه......﴾**(الانعام/۱۴۵ ـ تفسير ابن كثير ۲/۲۴۷)

(۴) **ان العقل دل على البراءة الاصلية بشرط عدم دليل السمع** (روضة الناظر وجنة المناظر ۱/۳۹۳)

{2} الاصل براءة الذمة : اس اصول سے معاشرتی معاملات اور جزا وسزا کے باب میں استفادہ کیا گیا۔ اسی قاعدے کے تحت مدعی سے ثبوت طلب کیا جاتا ہے اور ملزم کو شک کا فائدہ پہنچتا ہے۔

{3} اليقين لا يزول بالشك : اس قاعدے کے مطابق ثابت اور یقینی حکم برقرار رہنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور شک کی بنیاد پر حکم لاگو نہیں کیا جاتا۔

(عبد الوهاب ذار)

اس سے استدلال کر کے بدعات کی ترویج کرنا صرف دنیاوی مفادات کی خاطر شریعت کا حلیہ بگاڑنا ہے۔ بقول اکبرالہٰ آبادیؒ:

سدھاریں شیخ کعبہ کو ، ہم انگلستان دیکھیں گے
وہ دیکھیں گھر خدا کا ، ہم خدا کی شان دیکھیں گے

5 - بعض اہل بدعت اپنے مدعیٰ پر یہ حدیث بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

(من سن في الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب له مثل اجر من عمل بها ولا ينقص من اجورهم شيء) (مسلم)

اس حدیث سے ترویج بدعات کے جواز پر استدلال کرنا باطل ہے۔ کیونکہ اس سے مراد نیا طریقہ ایجاد کرنا نہیں بلکہ سنت کی طرف دعوت دے کر اس تعلیم دیکر، اس پر شرح صدر سے عمل کر کے اس کو زندہ کرنا ہے۔ جس چیز کا شرعی ثبوت موجود ہو اسی پر عمل کرنے اور کروانے میں فضیلت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک سنت حسنہ صرف وہ ہے جو قرآن پاک اور سنت مطہرہ میں ثابت ہو۔ بدعات کی تو شریعت نے جڑ ہی اکھاڑ پھینکی ہے، یہ اللہ پاک کی نظر میں حسنہ کیسے قرار پائے گا؟! ☆

6 - مفتی احمد یار خان صاحب نے جواز بدعت کے لئے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے: **(قال عليه السلام: مارآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن)** (جاء الحق)

اور کہتے ہیں: ''چونکہ مسلمان ان کو اچھا سمجھتے ہیں لہذا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہی ہوں گی، اور اچھے کام پر تو نہ

☆ مکمل حدیث سے مرادِ نبوی کی خوب وضاحت ہوتی ہے۔ جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں: **جاء ناس من الاعراب الى رسول الله ﷺ عليهم الصوف فرأى سوء حالهم قد اصابتهم حاجة فحث الناس على الصدقة فابطئوا عنه حتى رئي ذلك في وجهه. قال ثم ان رجلا من الانصار جاء بصرة من ورق ثم جاء آخر ثم تتابعوا حتى عرف السرور في وجهه فقال رسول الله ﷺ:(من سن في الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب له مثل اجر من عمل بها ولا ينقص من اجورهم شيء ومن سن في الاسلام سنة سيئة فعمل بها بعده كتب عليه مثل وزر من عمل بها ولا ينقص من اوزارهم شيء)** (صحيح مسلم كتاب العلم حديث ١٥ مع المنهاج ٢٢٥/١٦)

یعنی غریب بدحال دیہاتی مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے صدقہ جمع کرنے کا اعلان فرمایا، کچھ دیر سرد مہری رہی جس پر آپ ﷺ رنجیدہ ہوئے۔ پھر ایک انصاری نے درہم بھری پوٹلی پیش کی، پھر ان کی دیکھا دیکھی خوب صدقہ اکٹھا ہوا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صدقہ لانے والوں پر خوش ہو کر یہ ارشاد فرمایا۔ پھر اس کے مقابلے میں برا طریقہ رائج کرنے اور برے کام میں پہل کرنے والوں کا وبال بھی بیان فرمایا۔ لہذا حدیث بالا میں ذکر شدہ فضیلت صرف سنت کے مطابق عمل کرنے اور کرانے میں ہے اور بدعات ایجاد کرنے اور بدعت پر عمل کرانے والوں کو اس پر عمل کرنے والے بدعتیوں کے برابر گناہ لگاتار ملتا رہے گا۔ (عبد الوهاب خان)